© rasailojaraid.com



مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

# قرآنی نظامِ ربوبیت

قرآنی نظامِ ربوبیت اپنی ظاہری ہئیت میں وہ معاشی نظام ہے جسے اشتراکیت سے مستعار لیا گیا ہے۔ اگر اسے اشتراکیت کا چربہ ہی سمجھ لیا جائے تو بھی چنداں فرق نہیں پڑتا۔ البتہ "قرآنی" کے لفظ کے اضافہ سے اس میں "تقدس" پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

محترم پرویز صاحب، جو اس نظام کے موجد ہیں، کے خیال کے مطابق اشتراکیت اور قرآنی نظامِ ربوبیت میں مندرجہ ذیل دو بنیادی فرق ہیں۔

(۱) اشتراکیت کے فلسفہ کی بنیاد خدا سے انکار اور سراسر لادینیت اور دہریت پر ہے جب کہ آپ کا یہ فلسفہ قرآنی بنیادوں پر استوار ہے۔

۲۔ چونکہ دونوں نظاموں میں انفرادی ملکیت کا تصور محال ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کونسا جذبہ محرکہ ہو جو افرادِ معاشرہ کو اس بات پر مائل کر سکے کہ وہ اپنی محنت کا ماحصل معاشرہ یا حکومت کے حوالے کر دیں۔ پرویز صاحب کے خیال کے مطابق اشتراکیت کے پاس کوئی ایسا جذبہ محرکہ موجود نہیں۔ لہٰذا وہ بہت جلد ناکام ہو جائے گی۔ البتہ آپ نے جو جذبہ محرکہ پیش فرمایا ہے وہ ہے "انسانی ذات کی تکمیل" جو قرآنی نظامِ ربوبیت کے قیام و استحکام کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

اب دیکھئے پرویز صاحب جو بنیادی فرق پیش کرتے ہیں۔ اس کی حقیقت بھی مغالطہ کے سوا کچھ نہیں۔ آپ اپنی تصنیف "قرآنی نظامِ ربوبیت" میں اللہ، ایمان باللہ، ایمان بالغیب، آخرت، جنت اور دوزخ کا نام تو ضرور لیتے ہیں لیکن ان کی تاویل و تعبیر میں مرقومہ ہے اس کا جائزہ ہم پیش کر چکے ہیں۔ یہی فکرِ آخرت ہی وہ جذبہ محرکہ تھا جو کسی انسان کو کسی نظامِ حیات کے اختیار کرنے پر مائل کر سکتا ہے۔ اس کی تو آپ نے خود ہی بیخ کنی کر دی لہٰذا اس کے عوض آپ کو "انسانی ذات کی تکمیل" کا فلسفہ پیش کرنے کی ضرورت پڑی۔ جو بذاتِ خود مسئلہ ارتقاء کی کڑی اور مغربی مفکرین کے ذہن کی پیداوار ہے۔ یہ محض فکری اور خیالی چیز ہے جس کی وحی کے مقابلہ میں چنداں حیثیت نہیں۔ اور ہمارے خیال میں اس میں اتنی استعداد قطعاً نہیں کہ اس بنیاد پر کوئی نظام مستحکم تو درکنار، برپا بھی ہو سکے۔

رہی یہ بات کہ روس کے ہاں کوئی ایسا جذبہ محرکہ موجود نہیں یہ بات بھی غلط ہے۔ مذہب سے بیزاری کے بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ "وطنیت و قومیت" کے خدا جب دوسری مغربی دنیا میں جذبہ محرکہ کا کام دے رہے ہیں تو آخر روس میں کیوں کام نہیں دے سکتے؟ بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے خیالی جذبہ محرکہ سے روس اور دوسری مغربی دنیا کے یہ نئے خدا زیادہ طاقتور جذبہ محرکہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ تو فکری اور نظری بات تھی اب دوسرے پہلوؤں کی طرف آیئے!

# قرآنی نظامِ ربوبیت کی تاریخ

آپ کو قرآنی نظامِ ربوبیت پیش کرنے کی ضرورت کب اور کیوں محسوس ہوئی؟ یہ روئداد اب آپ ہی کی زبانی سنیئے:

## قرآنی نظامِ ربوبیت ایجادِ بندہ ہے!

"باقی رہا یہ کہ ہمارے اسلاف بھی قرآن کو سمجھتے تھے۔ سو اس ضمن میں اتنا عرض کر دوں گا کہ زمانہ من حیث الکل اس طرح آگے بڑھتا چلا آ رہا ہے کہ ہر دور میں نئے نئے تقاضے ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ جس دور میں جو تقاضا زیادہ نمایاں طور پر سامنے آتا ہے اس دور کے انسان اس پر زیادہ غور و فکر کرتے ہیں۔ رزق کے سرچشموں کی تقسیم کا تقاضا جس شدت سے ہمارے دور میں ابھر کر سامنے آیا ہے۔ گزشتہ تیرہ سو سال میں ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس لیے ہمیں یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ ہمارے ہاں ہوتا کیا چلا آ رہا ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ اس تقاضے کا حل قرآن کیا پیش کرتا ہے؟" (قرآنی نظامِ ربوبیت کا تعارف ص ۲۳)

اقتباس بالا میں آپ واضح طور پر یہ اعتراف فرما رہے ہیں کہ ادوارِ سابقہ میں کسی کو ایسا نظام سوچنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی لہٰذا کسی نے اس مسئلہ پر غور نہیں کیا۔

پھر آپ کو یہ خیال آیا کہ جب تک مسلمانوں کو یہ تاثر نہ دیا جائے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نظامِ معیشت قائم کیا تھا، وہ بھلا کیوں میری اس "ایجادِ بندہ" کو درخورِ اعتنا سمجھیں گے لیکن مشکل یہ تھی کہ اس کی تائید نہ تو قرآن کریم سے ہوتی تھی اور نہ ہی تاریخ سے۔ حتیٰ کہ حدیث سے بھی نہیں، جسے آپ بعض اوقات "مطابق قرآنی لہٰذا قابل قبول" کہہ کر قبول فرما لیا کرتے ہیں۔ تاہم آپ نے اس نظامِ ربوبیت کو رسول اللہ کی طرف منسوب کرنے کے لیے کمرِ ہمت باندھ ہی لی۔ اگرچہ خود ان کی طبیعت میں شک اور تردد باقی تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

## رسول اللہ نے شاید یہ نظام متشکل فرمایا ہو؟

"میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کی سند میں صرف قرآن کی آیات پیش کی ہیں۔ تاریخ اور روایات سے کچھ نہیں کہا۔ حتیٰ کہ میں نے یہ بھی نہیں بتایا کہ نبی اکرمؐ نے جس نظامِ ربوبیت کو متشکل فرمایا اس کے تفصیلی خدوخال کیا تھے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور وہ کب [illegible] علیٰ حالہٖ قائم [illegible] یک بات واضح ہے اور وہ یہ کہ اگر آپ کو تسلیم ہے کہ جو کچھ ان صفحات میں لکھا گیا ہے وُہ قرآن کی رُو سے صحیح ہے تو اس کے بعد ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبی اکرمؐ نے اسی کے مطابق معاشرہ کی تشکیل فرمائی ہوگی۔" (ایضاً ص ۳۲۴)

لیکن ایسے تشکک اور تردد پر، جیسا کہ "تشکیل فرمائی ہوگی" کے الفاظ سے ظاہر ہے، چونکہ آپ کو خود بھی اطمینان نہ تھا۔ لہٰذا آپ نے اب واضح الفاظ میں دعویٰ پیش کردیا کہ فی الواقعہ رسول اللہ نے یہ نظام رائج فرمایا تھا، لکھتے ہیں :

## رسول اللہ نے یہ نظام متشکل کیا تھا :

"آج دنیا حیران ہے کہ "محمد رسول اللہ والذین معہٗ" کی قلیل سی جماعت نے اتنے مختصر عرصے میں ایسی محیر العقول ترقی کس طرح کرلی تھی ؟ دنیا حیران ہے اور اس کے لیے تحقیقاتی ادارے قائم کرتی ہے لیکن اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ نے وُہ معاشرہ متشکل کرلیا تھا جو قرآنی نظام ربوبیت کا حامل تھا۔" (ق۔ن۔ ر ص ۸۰)

پھر بھی آپ نے اس نظام کی تائید مزید کی۔ قرآن کریم سے ضرورت سمجھی تو اسے تمام انبیائے کرام کی طرف بھی منسوب کردیا کہ ان سب انبیاء کی بعثت کی غرض و غایت ہی یہی تھی کہ وُہ قرآنی نظام ربوبیت قائم کریں، فرماتے ہیں :

## سابقہ تمام انبیاء بھی یہی نظام ربوبیت قائم کرنے آئے تھے :

"یہ وُہ نظام ہے جو حضرات انبیائے کرام کی وساطت سے نوعِ انسانی کو دیا جاتا رہا۔ اس لیے ہر صاحبِ فہم و بصیرت کو یہی نظام اختیار کرنا چاہیے :

"قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَاۤ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ" (۳/۸۴)

"ان سے کہہ دو، ہم اس نظام کو اپنا نصب العین بناتے ہیں جو ہماری ربوبیت کے ضامن اقدام کی طرف سے ہمیں ملا ہے اور جو اس سے پہلے ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا تھا اور جو موسیٰ، عیسیٰ اور دیگر انبیاءؑ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کی وساطت سے انسان کو ملا۔ یہ ایک ہی نظام تھا جو شروع سے آخر تک انسانوں کو ملا۔ اس لیے ہم اس نظام کے لانے والوں میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ ہم اس نظام کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

(ق۔ن۔ ر ص ۹)

آپ اس پیش کردہ آیت پر ایک بار نہیں، کئی بار غور فرما کر بتلایئے کہ اس میں کس لفظ کا معنی "نظام" یا "ربوبیت کا ضامن" ہے؟ اگر یہی تفسیری انداز ہو تو زید کو یہ حق پہنچتا ہے تو وہ یہ دعوے کر دے کہ یہاں "نظام ربوبیت" کے بجائے "نظام جمہوریت" زیادہ مناسب ہے۔ بتلایئے اس کے اس دعوے کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

اس بات کو بھی جانے دیجیے۔ اب یہ سوچیے کہ اگر رسول اللہ نے یہ نظام ربوبیت قائم فرمایا تھا تو وہ گیا کدھر؟ اس کی گمشدگی کا بھی آپ کو یقیناً احساس ہے چنانچہ اس کی وجوہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

## قرآنی نظامِ ربوبیت کیوں ناکام ہوگیا؟

"نبی اکرمؐ نے اپنی فقید المثال تعلیم اور سیرت سے قرآنی اصولوں کو معاشرہ میں نافذ العمل کر کے دکھا دیا، لیکن اس زمانے کی دنیا ہنوز ذہنی طور پر تو اس سطح پر نہیں آچکی تھی کہ وہ ان اصولوں کو شعوری طور پر اپنا سکے۔ یہ چیزیں ابھی اس کے شعور میں سما ہی نہیں سکتی تھیں۔ اگر مسلمان اسے اسی "ایمان بالغیب" کے انداز سے جس سے یہ معاشرہ قائم ہوا تھا آگے چلاتے رہتے تو یہ آگے بڑھتا رہتا۔ لیکن انہوں نے اس طریق کو چھوڑ دیا اور شعوری طور پر دنیا ہنوز اس قابل نہ تھی کہ اسے اختیار کر سکتی۔ اس لیے یہ نظام ختم ہوگیا۔" (قرآنی ن۔ ر۔ ص ۲۳۴)

اس اقتباس میں آپ نے اس نظام کے تاریخ کے سمندر میں گم ہونے کی دو وجوہ بیان فرمائی ہیں!

۱۔ پہلی یہ کہ دورِ صحابہ یا خیر القرون میں ان صحابہ کی ذہنی سطح اتنی بلند نہ تھی کہ وہ اس نظام کے اصولوں کو شعوری طور پر سمجھ سکیں۔

۲۔ اور دوسری یہ کہ مسلمانوں کو "ایمان بالغیب" کے ذریعہ اس نظام کو آگے بڑھانے کی تلقین کی گئی تھی لیکن اسی شعوری کمزوری کے باعث وہ اس نظام کے خاتمہ کا سبب بن گئے۔

سو یہ ہے قرآنی نظام ربوبیت، جسے ابتدائے آفرینش سے انبیاء قائم فرماتے رہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضورؐ نے بھی شاید قائم فرمایا۔ لیکن یہ آپؐ کی وفات کے بعد فوراً ہی ختم ہو گیا۔ کیونکہ اس دور کا ذہن علمی لحاظ سے ناپختہ تھا جو اسے آگے نہیں چلا سکا۔ اور یہ ہے اس کہانی کی حقیقت جو آج کے ذہنی پختگی کے دور میں جناب پرویز صاحب پر منکشف ہوئی ہے۔

قصہ کوتاہ گشت و درد سر بسیار بود

## قرآنی نظام ربوبیت کے قرآنی ماخذ:

اب ہم یہ دیکھیں گے کہ اس نظام کے لیے آپ نے کیا طریق کار اختیار فرمایا: آپ اس سلسلے میں سب سے پہلے اللہ کی رزاقیت پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

## ۱۔ کیا خدا رازق ہے؟

"مذہب نے جس خدا کو کائنات سے ماوراء عرش پر بٹھا رکھا ہے وہ کسی انسان کے رزق کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اس کے رزاق ہونے کے دعوے کے باوجود اس کی خدائی میں کروڑوں بندے بھوکے سوتے اور لاکھوں انسان فاقوں سے مرتے ہیں۔ اس بلند آہنگ دعوے کے باوجود کہ "وما من دابة الا علی اللہ رزقہا[1]" زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری خدا پر نہ ہو۔"

آج آدھی دنیا کو پیٹ بھر کر روٹی میسر نہیں ہو رہی ہے۔ لہٰذا انسانوں کے خودساختہ مذہب کے پیدا کردہ خدا پر ایمان لانے اور اس کے دعاوی پر توکل رکھنے سے وہ یقین کسی طرح پیدا نہیں ہو سکتا جو انسان کو احتیاج کی فکر سے بے خوف کر دے۔ لہٰذا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک کا رازق اللہ ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نظام جو قوانین خداوندی کی رو سے قائم ہو کر تمام افراد کی ضروریاتِ زندگی کا کفیل ہوتا ہے۔" (سلیم کے نام چودھواں خط ص ۲۲۶)

یہ مبالغہ آرائی ملاحظہ فرمائی آپ نے۔ اللہ نے تو تمام چلنے والے جانوروں، حیوانات، پرندوں اور کیڑوں مکوڑوں تک کے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے۔ اگر آپ ان کی تعداد بھی شامل فرما لیتے تو شاید بھوک کے مرنے والوں کی تعداد کروڑوں کی بجائے اربوں تک پہنچ جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ قانونی معاشرہ جو اللہ کی رزاقیت کی ذمہ داری سنبھالے گا یہ تمام چلنے والے جانوروں کا کفیل ہو گا یا صرف انسانوں کا؟ پھر یہ معاشرہ صرف ان لوگوں کی ضروریات کا

---

[1] دابہ کا لفظ قرآن کریم میں اس لکڑی کے کیڑے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کے عصا کو کھا کر بوسیدہ بنا دیا تھا۔ لغوی [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کفیل ہوتا جو اس پر ایمان لا کر نظام ... اس کے حوالہ ... ہو گئے یا باقی مسلمانوں یا دیگر مذاہب والوں کا بھی؟ اللہ سے رزاقیت اس ... ملیں گی تو باقی مخلوقات کا کیا بنے گا؟

۲۔ نظامِ ربوبیت کو قرآن سے ثابت کرنے کے لیے دوسری آیت جسے نشانہ بنایا گیا ہے وہ آیت ہے جس میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی ہے، آپ فرماتے ہیں:

## معاہدہ بیع وشرٰی:

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" (۹/۱۱۱)

"اللہ نے خرید لیا ہے مومنین سے ان کا جان اور مال بعوض جنت کے"

"ان تصریحات سے سلیم تم سمجھ گئے ہو گے کہ "ان اللہ اشترٰی" الخ کے معاہدہ میں فریقِ اوّل یعنی اللہ سے کیا مراد ہے؟ اس سے مراد ہے ملت کا وہ نظام اجتماعیہ جو دنیا میں قانونِ خداوندی نافذ کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یعنی یہ آیتِ جلیلہ درحقیقت ملت اور افراد کے باہمی تعلق کا منشور ہے۔ اس معاہدے میں فریقین کا تعیین ہو گیا۔ اب پہلے شرٰی کی اشیاء کی طرف آئیے۔ اس معاہدے کی رو سے افراد یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ اپنا مال (یعنی ماحصل اکتساب) اور جان یعنی عطایائے خداوندی ملت کے حوالے کرتے ہیں اور اس کے بدلے میں ملت ان کے لیے جنت کی ذمہ دار بنتی ہے۔" (سلیم کے نام گیارھواں خط ص ۱۵۹)

لین دین کے معاملات میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) بائع (۲) مشتری (۳) عوضین[۱]۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مشتری یا خریدار ہے۔ مومن بائع ہیں جو اپنی جان اور مال پیش کرتے ہیں اور اللہ انہیں اس کے عوض جنت دیتا ہے۔ یہ ہے وہ صاف اور سادہ مفہوم جسے آج تک تمام مسلمان سمجھتے رہے ہیں۔ اب دیکھیے اس تجارت میں دو چیزیں تو محسوس و مشہود ہیں یعنی مومنین اور ان کا جان و مال اور دو چیزیں غیر محسوس اور غیر مرئی ہیں۔ یعنی اللہ اور جنت۔ اور یہی دو چیزیں آپ کی تفسیر و تاویل کا ہدف بنی ہیں۔ جب تک آپ انہیں محسوس و مشہود[۲] نہ

---

[۱] مثلاً زید بکر سے ایک سیر چاول ۶ روپے کے عوض خریدتا ہے تو زید مشتری ہے، بکر بائع۔ ایک سیر چاول اور چھ روپے آپس میں ایک دوسرے کے عوضین ہیں [۲] یہ ہے طلوعِ اسلام کا ایمان بالغیب اور ساتھ ہی آپ کو یہ شکوہ بھی ہے کہ اگر صحابہ ایمان بالغیب کے عقیدہ کے تحت نظامِ ربوبیت کے فوائد و ثمرات کا یقین رکھتے تو یہ نظام کبھی فیل نہ ہوتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بنالیں۔ آپ کی تفسیر و تاویل کیسے مکمل ہو؟ لہٰذا آپ نے اللہ سے مراد لی ہے۔ نظامِ اجتماعیہ یا ملت یا قرآنی معاشرہ۔ اور جنت سے مراد لیا ہے۔ وُہ سامانِ زیست جو آپ کو وُہ قرآنی معاشرہ مہیا کیے گا۔ اس طرح اس تجارت کے تمام عناصر کو مادیت کا جامہ پہنا کر آپ نے اس نظامِ معاش کے لیے راہ ہموار کر دی ہے۔

اللہ کے مختلف مفہوم، تعبیریں، اللہ سے مراد اور اللہ اور رسول سے مراد نیز ایمان باللہ سے متعلق ہم کچھ صراحت پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اب جنت کے مختلف مفہوم بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

جنت کے دراصل دو پہلو ہیں، ایک وُہ جنت جس میں اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا کو رہنے کے لیے کہا تھا۔ دوسرے وُہ جنت جو اچھے اعمال کے بدلہ میں آخرت میں صالحین کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔ پہلی قسم کی جنت کے معتزلین کا یہ خیال تھا کہ وُہ جنت اسی دنیا میں موجود تھی۔ گویا انہوں نے اس کے کم از کم خارجی وجود کا اقرار ضرور کر لیا تھا مگر سید صاحب اور طلوعِ اسلام اسکے خارجی وجود کے بھی قائل نہیں۔ سر سید اس جنت سے کسی شخص کے بلوغت سے پہلے کی زندگی مراد لیتے ہیں اور پرویز صاحب اس سے بنی نوعِ انسان کی نغمۂ خداوندی سے پہلے کی زندگی مراد لیتے ہیں اور جنت یا دوزخ کی وُہ قسم جس کا تعلق ایمان بالآخرت سے ہے اسے ان عقل پرست فرقوں میں سے کسی نے بھی بطور ایک ٹھوس حقیقت یا خارجی وجود کسی کے تسلیم نہیں کیا۔ معتزلین تو اسے محض رُوحانی کیفیت کے طور پر تسلیم کرتے تھے اور جنت اور دوزخ کو محض ذہنی رنج و راحت تسلیم کرتے تھے۔ سر سید صاحب اس معاملہ میں معتزلین سے بھی زیادہ سخت ہیں اور وُہ ان لوگوں کو جو دوزخ اور جنت کے خارجی وجود کو تسلیم کرتے ہیں کوڑ مغز ملا اور شہوت پرست زاہد کے الفاظ سے نوازتے ہیں۔ (تفسیر القرآن ج ا ص ۴۵)۔ اس کی تفصیل ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔

طلوعِ اسلام بھی جنت اور دوزخ کے خارجی وجود کا قائل نہیں۔ جب کبھی قیامت اور جنت، دوزخ کا ذکر آتا ہے تو وُہ اس سے پہلو تہی کر کے قاری کے ذہن کا رُخ کسی ایسی طرف موڑ دیتے ہیں جو مادی زندگی سے وابستہ ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"اصل سوالات تو یہ ہیں کہ قرآن کے نزدیک حیات کسے کہتے ہیں؟ موت کے کیا معنی ہیں؟ قیامت کا تصور کیا ہے؟ عذاب و ثواب سے کیا مفہوم ہے؟ علیٰ ہذا۔ مسلمان کو چونکہ اس زندگی سے کوئی واسطہ نہیں رہا، اس لیے اس نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ان اہم سوالات کو قیامت پر ملتوی کر رکھا ہے اور قیامت بھی صرف وُہ جو مرنے کے بعد آئے گی وُہ اس قیامت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، جو اس کی ایک ایک سانس میں پوشیدہ ہے اور اس جنت و دوزخ سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا جو قدم قدم پر اس کے سامنے ہے۔ نہ وُہ اس میزان کو دیکھتا ہے جس میں قوموں کے اعمالِ حیات ہر آن تلتے رہتے ہیں۔" (قرآنی فیصلے ص ۲۳۲)

ایک دوسرے مقام پر آپ نے جنت اور دوزخ کو آخرت سے متعلق سمجھنا ایک "فاش غلطی" قرار دیا ہے، فرماتے ہیں،

"جس طرح مسلمانوں نے اللہ کو عرش پر بٹھا رکھا ہے، اسی طرح انہوں نے جنت کو بھی دُوسری دنیا کے ساتھ مختص کر رکھا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جنت اور دوزخ اسی دُنیا سے شروع ہو جاتے ہیں۔" (سلیم کے نام گیارھواں خط ص ۱۵۹)

پرویز صاحب نے اپنے اسی عقیدہ کی مناسبت سے "جنت" کو ان لوگوں کا حصّہ قرار دیا ہے جو آپ کے قرآنی نظامِ ربوبیت پر ایمان لا کر عملی طور پر اس میں شامل ہو جائیں گے اور جو لوگ اس نظام پر ایمان نہیں لاتے وہی دراصل کافر ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں،

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا" (۱۸/۱۰۵) ق۔ن۔ر ص ۲۷)

"یہ وُہ لوگ ہیں جو خدا کے نظامِ ربوبیت سے انکار کرتے اور حقائق کا سامنا کرنے سے جی چراتے ہیں، سو ان کے پروگرام بظاہر بڑے خوش آئند نظر آتے ہیں، لیکن ان کے ٹھوس نتائج کبھی مرتب نہیں ہو سکتے۔ قیامِ انسانیت کے پروگرام میں ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں ہو گا۔"

ملاحظہ فرمائیے کہ اس آیت میں آیات سے مراد نظامِ ربوبیت ہے۔ لقاءِ رب کے معنی حقائق کا سامنا کرنا اور یوم القیٰمۃ کے معنی قیامِ انسانیت کا پروگرام۔ جب تفسیری انداز یہ ہو تو پھر اس نظامِ ربوبیت کے "قرآنی" ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے؟ ایسے ہی تفسیری انداز سے کسی نے سٹ پٹا کر بدیں الفاظ ایک خط لکھ دیا تھا۔

"آپ کے مشورہ پر معارف القرآن کا مطالعہ کر رہا ہوں مگر اس کی تو پہلی ہی جلد نے میرا جی جلا دیا۔ غضب خدا کا تفسیر بالرائے کی ایسی بھونڈی مثالیں نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کبھی دیکھیں نہ سنیں۔ چلتے چلتے ایک لفظ کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ سن لیجئے کہ آپ کے پرویز صاحب کیسے کیسے حیلوں سے تفسیر بالرائے کرتے ہیں۔ ایک لفظ ہے "آلاء" جو سورۃ رحمٰن میں تکرار کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ سلف سے لے کر خلف تک سب مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس کے معنی نعمت ہیں مگر وہ (پرویز صاحب) اس کے معنی قدرت کر دیتے ہیں۔ اب کہیے اگر ایسی تفسیر کو جائز رکھا جاتے تو قرآن بچوں کا کھیل ہو جاتا ہے کہ جو آئے اسے مروڑ دے"

(جناب پرویز کے معتقد خاص محترم سید۔۔ شاہ صاحب میانوالی کے نام ایک کرم فرما کا خط بحوالہ طلوع اسلام ۸ ۱۹۵)

۳۔ تیسری آیت جس سے قرآنی نظام ربوبیت ثابت کیا گیا ہے وہ ہے، ایاك نعبد وایاك نستعین۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"افرادِ معاشرہ اس نظام ربوبیت کی اطاعت کے اس وقت تک مکلف ہوتے ہیں جب تک یہ نظام ان ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے (یعنی روٹی کپڑا مکان کی تولعت) ایاك نعبد وایاك نستعین کا یہی عملی مفہوم ہے؟

ہم یہ بتلانے سے قاصر ہیں کہ آیت میں کس لفظ کا کیا مفہوم ہے؟ البتہ یہ بتلا سکتے ہیں کہ یہ عملی مفہوم ہے، علمی مفہوم نہیں۔ اسی آیت کا علمی مفہوم درج ذیل ہے:

"عالمگیر انسانیت کے نشو ونما دینے والے! ہم تیرے اس قانونِ عدل و ربوبیت کو اپنا ضابطۂ حیات بناتے ہیں اور اسی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ ہمیں اس کی توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے تجویز کردہ پروگرام کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو بھرپور اور متناسب بنا سکیں اور پھر انہیں تیرے ہی بتاتے ہو۔ تے طریق پر صرف کریں۔" (مفہوم القرآن ص ۱)

عملی مفہوم سے علمی مفہوم خاصا لمبا ہو گیا ہے۔ عملی مفہوم میں نعبد کا مفہوم نظام ربوبیت کی اطاعت تھا۔ مگر علمی میں نظام ربوبیت کے مقابلہ میں قانونِ ربوبیت کے ساتھ قانونِ عدل بھی شامل ہو گیا۔ لہٰذا علمی مفہوم میں طوالت ناگزیر تھی۔ یہی صورت حال دیکھ کر شاید اقبالؔ نے کہا تھا ؎

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے خداداد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


قرآن کو بازیچۂ اطفال بنا کر،
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد!
ہے مملکتِ ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد

## ۴۔ قرآنی اصطلاحات:

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ "قرآنی نظامِ ربوبیت" جیسا گرانبار اور گرانقدر فلسفہ آخر چند آیات کی تاویلات کے سہارے کیسے قائم کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا آپ نے قرآن کے بہت سے الفاظ کو، جن کا معنی و مفہوم سادہ، مسلّم اور غیر مشتبہ تھا، انہیں اصطلاحات کا جامہ پہنا کر اس کا مفہوم کچھ سے کچھ بنا دیا۔ اب مفاہیم میں ایک بات البتہ ضرور پائی جاتی ہے کہ وُہ سب کے سب آپ کے "نظامِ مالیات" کے گرد گھومنے لگتے ہیں۔ ایسے بائیس الفاظ یا اصطلاحات کی فہرست تو اکٹھی ہی قرآنی نظامِ ربوبیت کے صفحہ ۸۶ تا ۸۸ زیرِ عنوان چند قرآنی اصطلاحات" دے دی گئی ہے پھر اسی پر بس نہیں۔ ایسے موتی اس کتاب میں اور بھی بیشمار مقامات پر جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ ان سب اصطلاحات کو زیرِ بحث لانا تحصیلِ حاصل ہے۔ البتہ ان میں چند ایک پیشِ خدمت ہیں:

یہ قرآنی اصطلاحات درج کرنے سے پیشتر آپ نے الفاظ دنیا اور آخرت کے مسلمہ معنیٰ و مفہوم پر ہاتھ صاف کیا ہے یعنی حیات الدنیا کے معنی ہیں قریبی مفاد کی زندگی (ایضاً ص ۸۵) بھی اور مفادِ خویش بھی (ایضاً ۲۴۴) اسی طرح حیات الآخرت کے معنی ہیں، نوعِ انسانی کے کلی مفاد پر نگاہ رکھنا (حوالہ ایضاً) اور مستقبل کی زندگی بھی (حوالہ ایضاً)

اب تھوڑا حال ان اصطلاحات کا بھی دیکھ لیجئے:

۱۔ رب بمعنیٰ "خدا کا قانون ربوبیت جو تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔" (ص ۸۶) گویا رب کسی مقتدر ہستی کو نہیں کہتے بلکہ یہ بے جان قانونِ ربوبیت کا نام ہے۔ واضح رہے کہ قرآن میں یہ لفظ آقا اور مالک کے معنوں میں بھی استعمال ہُوا ہے۔

۲۔ ربوبیت "کسی شئے کا کامل نشوونما پا کر اپنی تکمیل تک پہنچ جانا یعنی اس کی مضمر صلاحیتوں کا پورے طور پر نشوونما پا جانا۔" یہ لفظ قرآن میں کہیں بھی موجود نہیں۔ تاہم آپ اس لفظ کو چند قرآنی اصطلاحات کے تحت لاتے ہیں۔ ایسے اور بھی بہت سے الفاظ قرآن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



میں موجود ہیں جن کا معنی آپ نظام ربوبیت یا قانونِ ربوبیت کر لیتے ہیں اور اگر لفظ موجود نہ ہو تو از خود بھی اضافہ فرمالیتے ہیں (جیسا کہ مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے) تو پھر اس لفظ کو قرآنی الفاظ میں داخل کرنے کی حکمت بھی ہماری سمجھ میں نہیں آسکی۔ مثلاً دیکھیے :

ا۔ لفظ اللہ کے معنی نظام ربوبیت ہے، جیسے فرمایا :

واللہ یعد کم مغفرۃ منه و فضلا (۲/۲۶۸)

"نظام ربوبیت تمہیں پُوری پوری مغفرت کا یقین دلاتا ہے اور رزق کی فراوانیوں کی ضمانت دیتا ہے۔" (نظام ربوبیت ص ۱۷۵)

ب۔ پھر اسی لفظ اللہ کے معنی قانونِ ربوبیت بھی ہے :

"ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔" (۴۱/۳۰)

"جن لوگوں نے خدا کے قانونِ ربوبیت کو اپنا نصب العین بنالیا . . . ." (ایضاً ص ۲۴۲)

ج۔ آیات کے معنی بھی نظام ربوبیت ہے۔

"اولئك الذین کفروا بایات ربھم" (۱۸/۱۰۵)

"یہ وُہ لوگ ہیں جو خدا کے نظام ربوبیت سے انکار کرتے ہیں۔" (ایضاً ص ۲۷)

د۔ اور بیّنہ کے معنی بھی قانون ربوبیت ہے :

"قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ" (۷/۸۵)

"تمہارے پاس خدا کا قانونِ ربوبیت واضح انداز میں آچکا ہے۔" (ایضاً ص ۹۴)

ہ۔ اور "الذین" سے مراد ہے نظام ربوبیت کا قیام (ص ۱۶۴) اور ایمان بالغیب بمعنی "خدا کے نظام ربوبیت کے ان دیکھے نتائج پر ایمان رکھنا" (ایضاً ۸۸)

۳۔ "ارض" بمعنی "انسان کی معاشی زندگی، وسائل پیداوار"۔

۴۔ "سماء" بمعنی "خدا کا کائناتی قانون جو از خود جاری وساری ہے۔"

اب دیکھیے قرآن میں ہے :

"فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا۔" (۴۱/۱۱)

"تو اللہ نے آسمان اور زمین سے فرمایا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔"

تو کیا اللہ نے زمین کے بجائے انسان کی معاشی زندگی یا وسائل پیداوار کو پکارا تھا جبکہ ابھی انسان پیدا بھی نہ ہوا تھا؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


اور دوسرے مقام پر ہے:

"فقضٰہن سبع سمٰوٰت فی یومین" (۴۱/۱۲)

"پھر اس نے دو دن میں سات آسمان بنائے۔"

تو کیا اللہ نے دو دن میں سات عدد کائناتی قانون بنائے تھے؟

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ پرویز صاحب خود بھی اپنے اس اصطلاحی مفہوم سے انحراف کر جاتے ہیں۔ ایک جگہ تو اس لفظ "ارض" کے معنی "معاشی نظامِ انسانیت" بتلاتے ہیں (ایضاً ص ۲۸۵) اور دوسرے مقام پر "ارض" کا معنی "پستی" اور "سماء" کا معنی "بلندیاں" بتلاتے ہیں:

"اس خدا کا قانون جس کی ربوبیت پستیوں اور بلندیوں کو محیط ہے (فلله الحمد رب السمٰوٰت والارض ۴۵/۳۶) ایضاً ص ۲۴۹)

۵۔ طیبات۔ بمعنی "زندگی کی خوشگواریاں" اب ان معانی کو مندرجہ ذیل آیات میں فٹ کر کے دیکھیے کہ کچھ مفہوم واضح ہوتا ہے؟

۱۔ الطیبات للطیبین و الطیبون للطیبات (۲۴/۲۶)

۲۔ وجرین بھم بریح طیبة (۱۰/۲۲)

۳۔ مثل کلمة طیبة کشجرة طیبة (۱۴/۲۴)

فی سبیل اللہ۔ بمعنی "نوعِ انسانی کی ربوبیت کے حصول کی راہیں" اب دیکھیے کہ "جہاد فی سبیل اللہ" کا معنی کیا اور "سبل" کا کیا ہے؟

جیسا کہ اللہ تعالیٰ شہد کی مکھی کو وحی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"واوحی ربك الی النحل ان ...... فاسلکی سبل ربك ذللا"

انفاق: "ایسا نظام جس میں ایک طرف سے افراد کی محنت کا ماحصل آتا جائے اور دوسری طرف سے نکلتا جائے۔"

اب آپ مندرجہ ذیل آیت ملاحظہ فرمائیے:

"وان کن اولات حمل فانفقوا علیہن حتی یضعن حملہن" (۶۵/۶)

اور بتلایئے کہ دوسرا راستہ کدھر ہے؟

حسنات (اعمالِ حسنہ) انسانی ذات اور معاشرہ میں ٹھیک ٹھیک تناسب قائم رکھنے والا پروگرام۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


سیئات: (اعمالِ سیئہ) انسانی ذات اور معاشرہ میں توازن بگڑنے والا پروگرام
اعمالِ صالحہ 〃 〃 〃 〃 ہمواریاں پیدا کرنے والا پروگرام } بلا تبصرہ
فساد 〃 〃 〃 〃 ناہمواریاں 〃 〃
تقویٰ: بمعنی معاشی پروگرام کو مستقل اقدار (قانونِ خداوندی) کے ساتھ ہم آہنگ کرنا اور اس طرح فرد اور معاشرہ کو خوف و حزن سے بچا لینا"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب" (۲۲/۳۲)

اس آیت میں معاشی پروگرام کی کیا بات اللہ تعالیٰ نے بتلائی ہے؟

اقام الصلوٰۃ: معاشرہ کو ان بنیادوں پر قائم کرنا جن پر ربوبیت نوعِ انسانی (رب العالمینی) کی عمارت استوار ہوتی جائے... قلب و نظر کا انقلاب جو اس معاشرہ کی روح ہے"

گویا صلوٰۃ تو قلب و نظر کے محض انقلاب کو کہتے ہیں اور اقام الصلوٰۃ ان اجتماعات کو جو ایسے انقلاب کی دعوت دیں چونکہ آپ کے خیال کے مطابق پانچ وقت اجتماعات محض قلب و نظر کے انقلاب کی یاد دہانی ہی کا نام ہے۔ لہٰذا ایسی نماز کی ادائیگی کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ جیسی عام مسلمان نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایسے نماز (بوقت ضرورت) پڑھنا ایک عبث عمل ٹھہرتا ہے۔

ایتاء الزکوٰۃ: "نوعِ انسانی کی نشوونما کا سامان بہم پہنچانا" (تزکیہ کے معنی ہیں، نشوونما، بالیدگی)

اقام الصلوٰۃ اور ایتاء الزکوٰۃ پر ہم پہلے ایک مضمون "فکرِ آخرت اور طلوعِ اسلام" میں تبصرہ پیش کر چکے ہیں جو ماہنامہ محدث میں چھپا ہے۔ قرآن کریم سے "مسئلہ نظام ربوبیت" کے استخراج کا آسان طریقہ تو یہی ہے کہ آپ جہاں چاہیں مناسب سمجھ کر ایسے الفاظ از خود شامل کر لیں جس سے اس مسئلہ کی تائید و توثیق ہو جائے۔ تاہم اس سلسلہ میں جامع و مختصر ڈکشنری بھی حاضر خدمت کر دی گئی ہے۔

سو یہ تو ہے جناب پرویز کا قرآن سے مسائل اخذ کرنے کا انداز۔ اب اس کے ساتھ ان کا دعویٰ بھی ملاحظہ فرما لیجئے، فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



" میں قرآن کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔ میری عمر کا بیشتر حصہ اس پر غور و فکر میں گزرا ہے۔ قرآن سے راہنمائی حاصل کرنے کے لیے میرا انداز ہمیشہ یہ رہا ہے کہ میں پہلے سے کوئی خیال کرکے قرآن کے اندر نہیں جاتا۔ میں ایک سوال کو سامنے رکھتا ہوں اور خالی الذہن ہو کر کوشش کرتا ہوں کہ مجھے قرآن سے اس کا کوئی حل مل جائے۔ جو حل مجھے قرآن سے ملتا ہے اسے قبول کر لیتا ہوں خواہ وہ ساری دنیا کے مسلمات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو حتیٰ کہ خود میرے اپنے معتقدات اور تصورات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔" (قرآنی نظام ربوبیت ص ۲)

اب رہا انفرادی ملکیت کے جواز کا مسئلہ جو نظام ربوبیت کا اصل موضوع ہے۔ تو یہ مسئلہ چونکہ وضاحت طلب ہے اس لیے ہم اسے کسی دوسری فرصت میں زیر بحث لائیں گے ان شاء اللہ۔

---

(بقیہ صلا سے آگے)

سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہوگا۔ اگر آپ کی صداقت پر ایمان رکھا جائے، آپ کی سنن کو لائحہ عمل نہ بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ کی پوری پوری اطاعت کا حق کیونکر ادا کیا جا سکتا ہے؛ لہٰذا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ نبی کریمؐ کی پوری پوری اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں، آپؐ پر رسالت و نبوت ختم ہو گئی ہے۔ چنانچہ آپؐ کی امت بھی آخری امت ہے۔ اب دنیا کا جو شخص بھی ختم المرسلینؐ پر ایمان لائے گا اور آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری اپنے اوپر واجب کر لے گا وہ دنیا و آخرت میں کامیابی و نجات پائے گا اور جو کوئی آپؐ پر ایمان نہ لائے گا اور آپؐ کی اتباع سے گریز کرے گا اس کا شمار نافرمانوں اور سرکشوں میں ہوگا۔

دعا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اسی میں انسانیت کی فلاح اور کامرانی کا راز مضمر ہے۔ آمین!

© rasailojaraid.com